



سوال

(23) حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما پر شیعہ کے اعتراضات کا جواب :

جواب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضرت ام المومنین عائشہ و حفصہ رضی اللہ عنہما نے افساء راز مخمبہ خدا کا کیا، جس کی خبر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی سورہ تحریم میں بتا کر توبہ دی ہے اور بعدہ اللہ تعالیٰ نے فعل کو ان کے دی ہے، جو دونوں کافرہ تھیں اور وہ دونوں حالت کفر میں مریں، پس ایسی نص صریح کے مقلدے میں ا کے بلفظ کفر تعبیر فرما کر مثال اُن ہر دو بزرگواریوں کی ساتھ زنانِ نوح و لوط کس آیت قرآنی سے اُن کی توبہ کا ثبوت ہوگا؟ امید ہے کہ ثبوت اس کا نص قرآنی سے فرمایا جائے گا، چونکہ یہ اعتراض شیعوں کی جانب سے ہے۔ اگر انہیں کی معتبر کتابوں سے ثابت کیا جائے تو بہت خوب ہوگا۔

الجواب بعون الوهاب بشرط صحیحہ السؤال

و علیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علی رسول اللہ، أما بعد!

: اس سوال میں حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما پر دو الزام قائم کیے گئے ہیں اور ان دونوں الزاموں کی نسبت قرآن میں نص صریح کے وجود کا دعویٰ کیا گیا ہے۔

اول: ان دونوں بیبیوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے راز کو فاش کیا اور اس وجہ سے اللہ نے توبہ کا حکم نازل کیا تو جب تک ان کی توبہ قرآن سے ثابت نہ ہو، اس وقت تک قابلِ تسلیم نہیں۔

دوم: اللہ تعالیٰ نے ان دونوں بیبیوں کے فعل کی تعبیر بلفظ کفر کی ہے اور ان کی مثل زنانِ نوح اور لوط ا کے ساتھ دی ہے۔

الزام اول دو وجہ سے مدفوع ہے :

اولاً: کسی آیت میں یہ مذکور نہیں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا افشائی راز کیا، بلکہ سورت تحریم میں پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ تعالیٰ نے عتاب کے قالب میں خطاب فرمایا ہے کہ اپنی بیبیوں کی خاطر سے اللہ کی حلال کی ہوئی چیز کو حرام کیوں کرتے ہو؟

قال اللہ تعالیٰ: يَا بَنِي آدَمَ لِمَ تَحْزَمُونَ لَمْ يَحْزَمْ نَا أَهْلَ اللّٰهِ لَكُم مِّنْ بَيْنَتِي مَرْصَاتٌ اَزْوَاجِكُمْ [التحریم: ۱]

[اے نبی! تو کیوں حرام کرتا ہے جو اللہ نے تیرے لیے حلال کیا ہے؟ تو اپنی بیبیوں کی خوشی چاہتا ہے]

پھر اس کو معاف بھی کر دیا اور فرمایا: **وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ** [التحریم: ۱] اور اللہ بہت بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔ اس کے بعد جن بیبیوں نے افشاء راز کیا، جس کا علم صحیح قطعی اللہ ہی کو ہے کہ وہ فلاں فلاں بیبیاں تھیں، اُن کا ذکر مبہم فرمایا۔ کما قال: **وَإِذَا سَمَرْنَا لِيْلِ بَعْضِ أَرْوَاحِهِ حَدِيثًا فَلَمَّا نَبَّأَتْ بِهِ وَأَظْهَرَهُ اللَّهُ عَلَيْنَا - - -** [التحریم: ۳] اور جب نبی نے اپنی کسی بیوی سے پوشیدہ طور پر کوئی بات کہی، پھر جب اس (بیوی) نے اس بات کی خبر دے دی [اس کے بعد افشاء راز کرنے والی بیبیوں کو توبہ کی ہدایت فرمائی۔ کما قال: **إِنَّ تَتُوبَآئِي اللّٰهِ فَصَغَتْ قَلُوْبُنَا** [التحریم: ۳] اگر تم دونوں اللہ کی طرف توبہ کرو (تو بہتر ہے) کیونکہ یقیناً تمہارے دل (حق سے) ہٹ گئے ہیں]

اس کے بعد یہ نصیحت فرمائی کہ اگر تم لوگ آپس میں صلاح و مشورہ کی مدد سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت دوگی تو پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مولانا اللہ ہے اور جبرئیل اور صلحائے مومنین اور کل فرشتے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مددگار ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اگر تم بیبیوں کو طلاق دے دیں گے تو اللہ تعالیٰ اُس کے بدلے میں اچھی اچھی بیبیاں مومنہ صالحہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دے گا۔

کما قال اللہ تعالیٰ: **وَإِن تَطَهَّرْنَا عَلَيْهِ فإِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلَاهُ وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمَلَكِيَّةُ بَعْدَ ذَلِكَ فَظَهِيْرٌ - عَسَى رَبِّيْٓ اَنْ يُّبَدِلَآرْوَآءًا خَيْرًا مِّنْهُنَّ مُسْلِمٰتٍ مُّؤْمِنٰتٍ قَلِيْلٰتٍ لَّيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ اَسْرٌ اِنْ تَدْرٰٓءَ اَنْ تَصَدَّقَ بِهِنَّ مِمَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكَ فَاَنْتَ سَوِيْدٌ لَّهُمْ اِنْ كُنْتُمْ اٰمِنُوْنَ** [التحریم: ۴، ۵]

[اور اگر تم اس کے خلاف ایک دوسرے کی مدد کرو تو یقیناً اللہ خود اس کا مددگار ہے اور جبرئیل اور صلح مومن اور اس کے بعد تمام فرشتے مددگار ہیں۔ اس کا رب قریب ہے، اگر وہ تمہیں طلاق دے دے کہ تمہارے بدلے اسے تم سے بہتر بیویاں دے دے، جو اسلام والیاں، ایمان والیاں، اطاعت کرنے والیاں، توبہ کرنے والیاں، عبادت کرنے والیاں، روزہ رکھنے والیاں ہوں، شوہر دیدہ اور کنواریاں ہوں]

الحاصل جن بیبیوں کو افشاء راز کی وجہ سے توبہ کی ہدایت ہوئی تھی، اُن بیبیوں کو اگر حضرت طلاق دیتے تو بلاشک اُن سے اچھی بیبیاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ملتی اور جب نہ قرآن سے اور نہ کسی ایسی حدیث سے جو اہل السنۃ والجماعت یا شیعہ کے یہاں متمسک بہ ہو، یہ بات ثابت ہوتی کہ اُن بیبیوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے طلاق دی، خصوصاً حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت میں تمام عمر رہنا اخبار اور واقعات متواترہ فریقین سے ثابت ہے۔ تو لا محالہ اُن بیبیوں کا تائب ہونا قرآن سے ثابت ہوا۔ اس لحاظ کی تفصیل یوں ہے کہ اگر ان بیبیوں نے توبہ نہ کی ہوتی اور ان کی توبہ قبول نہ ہوتی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم مبغوضات الہی کی مصاحبت اور مواصمت ہرگز ہرگز گوارا نہ فرماتے اور بموجب ایماے حق سبحانہ تعالیٰ ضرور ان بیبیوں کو طلاق دے کر ان سے اچھی بیبیاں ان کے عوض میں اللہ سے لیتے، نعمت الہی کو باوجود وعدہ کے ہرگز ترک و رد نہ فرماتے۔ پس ان بیبیوں کو طلاق نہ دینا اور حضرت عائشہ و حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما کا خصوصاً تمام عمر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت میں رہنا دلیل صریح اس کی ہے کہ وہ بیبیاں جو مشقی راز ہوئی تھیں، بلاشک و شبہہ تائب ہوئیں اور ان کی توبہ قبول کر کے اللہ تعالیٰ نے جمیع صفتیں مسلمات و مومنات و قانتات و عابدات و ساجدات و غیر ہاکی ملنے فضل و کرم سے ان میں جمع کر دیں۔

آیت کریمہ: **الطَّيِّبَاتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبَاتِ** [النور: ۲۶] جو خالصتاً نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر بعد واقعہ سورہ تحریم کے نازل ہوئی اور کسی نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل نہ ہوئی، جو شخص اس آیت کی تلاوت کے بعد ازواج مطہرات خصوصاً حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بشر بہ آیت کریمہ: **يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النَّسَاۤءِ** [الاحزاب: ۳۲] کو نجاست اور غیر تائب ہونے کا الزام دے گا، بلاشک و شبہہ وہ شخص نجیست النفس اور بندہ ہومی و ہوس ہوگا۔

صرف آیت کریمہ: **إِنَّ تَتُوبَآئِي اللّٰهِ** میں تامل کرنے سے صاف ظاہر تھا کہ جب اللہ نے خود توبہ کی ہدایت کی اور قبول توبہ اس شرط کی جزا مقدر فرمائی تو ضرور وہ حضرات تائب ہوئیں، صراحتاً ان کی توبہ کے ذکر کرنے کی کلام میں کوئی حاجت نہ تھی اور آیت: **إِنَّ طَلَّقْتَن** وغیرہا تو نص ہے کہ بلاشک ان کی توبہ مقبول ہو کر مراتب و مدارج علیا سے سرفراز ہوئیں۔

ثانیاً: ظاہر ہے کہ افشائی راز میں حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما کے ذکر صریح سے قرآن ساکت ہے، بلکہ ان حضرات کی طرف افشائی راز کی نسبت صریح صرف حدیث کے رو سے کی جاتی ہے، توجب حدیث سے ان بیبیوں کا تعین قابل تسلیم سمجھا گیا تو پھر حدیثوں سے اور قابل اعتبار کیوں نہیں سمجھا جائے گا، جو اس سوال کے جواب میں نص قرآنی



کا ہونا ضروری سمجھا گیا ہے۔ بعونہ تعالیٰ اگرچہ حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما کا الزام سے بری ہونا محض قرآن سے ثابت ہو گیا، پھر جب اس کا تعین حدیث ہی سے ثابت ہے تو دوسرا جواب حدیث سے لیجیے۔

صحیحین میں مروی ہے کہ لوگوں نے مشہور کر دیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹیوں کو طلاق دی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس خبر کو سن کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے آکر دریافت کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ لوگوں نے یہ مشہور کر دیا ہے تو ہم کہہ دیں کہ یہ بات غلط مشہور ہوئی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی، اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی کے پاس آکر باؤز بلند پکار دیا کہ حضرت کے طلاق دینے کی خبر غلط مشہور ہے اور آیت کریمہ: **وَ إِذْ جَاءَتْكُمْ آيَةُ مِنَ الْأَمْنِ أَوْ الْأَخْوَابِ وَ لَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَى أُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنْبِطُونَهُ مِنْكُمْ** [النساء: ۸۳] اور جب ان کے پاس امن یا خوف کا کوئی معاملہ آتا ہے اسے مشہور کر دیتے ہیں اور اگر وہ اسے رسول کی طرف اور اپنے حکم دینے والوں کی طرف لوٹاتے تو وہ لوگ اسے ضرور جان لیتے جو ان میں سے اس کا اصل مطلب نکالتے ہیں [نازل ہوئی۔

اسی حدیث میں سورت تحریم کے نزول کا واقعہ مروی ہے کہ جب آیت کریمہ: **سَيَأْتِيَكُمُ الْقُرْآنُ مُنْقِطًا فَانصَبْ لِذِكْرِهِ وَإِن كُنْتُمْ لَمْ تَكُنْتُمْ تَرَوْنَ أَنَّهُ مُنْقِطًا فَانصَبْ لِذِكْرِهِ** [الأحزاب: ۲۸، ۲۹] نازل ہوئی، یعنی

”اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! اپنی بیٹیوں سے کہہ دو اگر تم دنیا اور اس کی زینت چاہتی ہو تو ہم تم کو مال و متاع دیں اور وہ صحیحی طرح سے تم کو رخصت کریں اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول اور آخرت کا گھر چاہتی ہو تو تم محنت میں سے ہو اور بے شک اللہ نے محنت کے لیے بہت بڑا ثواب مہیا کیا ہے۔“

اس آیت کریمہ کو سب سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو پڑھ کر سنا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی کہ ہم نے اللہ اور اس کے رسول اور آخرت کا گھر قبول کیا، پھر اور بیٹیوں سے بھی آیت کریمہ تلاوت کرنے کے بعد یہی جواب ملا، پس جب ازواج مطہرات خصوصاً جن کا زوجیت میں تمام عمر رہنا یقینی ہے، بشر بہ آیت کریمہ: **لَوْ تَحِبَّوا أَجْرَهَا مَرْثِيَةً وَاعْتَمَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيمًا** [الأحزاب: ۳۱] [اسے ہم اس کا اجر دو بار دیں گے اور ہم نے اس کے لیے باعزت رزق تیار کر رکھا ہے] اور مشرف بہ آیت کریمہ: **إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا** [الأحزاب: ۳۳] [اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے گندگی دور کر دے اے گھر والو! اور تمہیں پاک کر دے، خوب پاک کرنا] ہیں اور انہوں نے دنیا اور زینت دنیا پر لات مار کر اللہ اور رسول اور دارِ آخرت کو اختیار کیا ہے اور **لَللَّخِيئَاتِ مِنْكُمْ أَجْرًا عَظِيمًا** [الأحزاب: ۲۹] [تم میں سے نکلی کرنے والیوں کے لیے بہت بڑا اجر تیار کر رکھا ہے] کی خلعت پہنی ہے تو اس سے زیادہ ان کی قبولیت تو بہ اور ان کے محسن ہونے کا ثبوت قرآن و حدیث سے اور کیا ہوگا؟

جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیوں کو غیر تائب یا غیر محسنہ سمجھے، لارہب خسر الدنیا والآخرة ہوگا۔ اگر ان بیٹیوں نے سچے دل سے اللہ اور رسول اور دارِ آخرت کو اختیار نہ کیا ہو یا کسی فاحشہ میندہ کی معاذ اللہ حضرت کی زندگی میں مرتکب ہوئی ہوتیں تو ضرور اللہ تعالیٰ ان کے حال کی خبر لے کر رسول کو دیتا اور ان بیٹیوں کو لپنے رسول کی صحبت سے جدا کر دیتا، چنانچہ الفاظ قرآن جو کچھ سورت تحریم اور سورت احزاب میں ہیں، صاف صاف اس امر پر دال ہیں، جو اذنی تامل سے ہر ذی فہم پر ظاہر ہے تو جب تک قرآن سے یا حدیث صحیح سے، اگرچہ شیعوں کے یہاں حدیث صحیح سے، یہ ثابت نہ ہو کہ ازواج مطہرات نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں سے کسی بی بی نے بعد آیت کریمہ **قُلْ لَّا ذَوَابِحَات** کے معاذ اللہ کسی فاحشہ میندہ کا ارتکاب کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زوجیت سے اس کو نکال دیا، یعنی طلاق دے دی، اس وقت تک خیالات باطلہ ایسی مقدس بیٹیوں کی نسبت ظاہر کرنا سخت جہالت ہے۔

افسوس ہزار افسوس کہ خیالات باطلہ اور توہمات رکیکہ سے ابرار کی اگر طرف برائیوں کا اتساب کیا جائے۔ ہائے اتنا بھی پیغمبر کا لحاظ نہیں کہ پیغمبر کی بیٹیوں کی شان میں یہ تمہمت تراشیاں اور لپنے حقیقی عیوب کا تذکرہ اگر کسی سے سنیں تو اس کی جان کے دشمن ہو جائیں۔ **نَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الْجَحْلِ وَالْحَقِّ وَالْكَفْرِ**۔

الزمام ثانی بھی دو وجہ سے مدفوع ہے:

اولاً: اللہ تعالیٰ نے کسی جگہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی بی بی کے کسی فعل کو بلفظ کفر تعبیر نہیں کیا اور نہ کسی بی بی کی مثال زنان نوح و لوط علیہما السلام کے ساتھ دی ہے اور بعض بیٹیوں نے جو فشاء راز کیا، وہ کوئی ایسے امر سے متعلق ہی نہ تھا



کہ اُس میں کفر کا وہم ہو۔ بات تو یہی تھی جو حدیثوں سے سنی و شیعہ دونوں کے یہاں ثابت ہے کہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا اذان لے کر اپنے باپ کے گھر کسی ضرورت سے گئی ہوئی تھیں اور ان کی غیبت میں اُن کے فراتش پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ماریہ قبطیہ اپنی لونڈی کی عزت افزائی کی۔ اُسی دوران میں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا لوٹ کر آگئیں اور اس امر سے مطلع ہو کر انھوں نے بہت کچھ رنج و غمیرہ ظاہر کی اور رو کر کہنے لگیں کہ میری جگہ پر لونڈی سر فراز کی جائے!!

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی خاطر سے فرمایا کہ ہم نے ماریہ قبطیہ کو حرام کر لیا، اس کو کسی پر ظاہر نہ کرنا، جس پر آیت کریمہ نازل ہوئی: **يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ** اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے کمال مسرت سے اور بمقتضائے اُس جبلت کے جو عورتوں میں ہوتی ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہہ دیا کہ حضرت نے ماریہ کو اپنے اوپر حرام کر لیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے منع کرنے کو دنیا کے امور سے سمجھ کر اس کی اطاعت ضروری نہ سمجھا۔ یہ قصور فہم ہوا۔

اس خبر کی شہرت سے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو رنج ہوا، لہذا اللہ تعالیٰ نے توبہ کی ہدایت فرمائی اور تہدید کی۔ بعض روایت میں وہ رازبوں مروی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بعض ازواج کے یہاں شہد پیا کرتے تھے اور بیبیوں پر یہ شاق گزرا تو صلاح کر کے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ان لوگوں نے یہ بات کہی کہ آپ کے پاس سے مغفیر کی پو آتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم نے شہد پیا ہے، اب پھر اس کو نہ بیویوں گا، اس کو کسی سے ظاہر نہ کرنا، جن بی بی سے کہا تھا، وہ کمال خوشی سے کہ اب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم شہد نہ پینے جائیں گے، نہ زیادہ قیام فرمائیں گے، نہ ہم لوگوں کو رشک ہوگا، دوسری بی بی سے کہہ دیا، اس پر آیت مذکورہ صدر سورہ تحریم کی نازل ہوئی۔

الحاصل روایت کوئی ہو، وہ بات جو ظاہر کی گئی، اُس کو بیبیوں نے موردین سے نہ سمجھا اور یہ نہ سوچا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بات ظاہر کر دینے میں اگر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو رنج و اذیت ہوگی تو اللہ کا عتاب ہوگا۔ گو بات تو خفیہ و حقیر ہے، بات محبوب رب قدر کی ہے۔ آخر اللہ تعالیٰ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اذیت جو اس بات کے افشا سے آپ کو پہنچی پسند نہ آئی، لہذا بیبیوں پر تہدید اور چشم نمائی کر دی اور جو کچھ ان آیتوں میں بحث ہے، الزام اول کے جواب میں مذکور ہے اور کہیں اللہ تعالیٰ نے ان بیبیوں کے کفر کی طرف اشارہ کیا ہے اور نہ زمانِ نوح و لوط ا کے ساتھ ان کی مثال دی۔

ثانیاً: معلوم ہو کہ شاید سائل نے تمہیں آیت کریمہ: **ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا لِلَّذِينَ كَفَرُوا امْرَأَتِ نُوحٍ وَامْرَأَتِ لُوطٍ كَانَتَا تَحْتَ عَبْتَنِي مِنْ عِبَادِنَا صَالِحِينَ** [التحریم: ۱۰] اللہ نے ان لوگوں کے لیے جنھوں نے کفر کیا نوح کی بیوی اور لوط کی بیوی کی مثال بیان کی، وہ ہمارے بندوں میں سے دو نیک بندوں کے نکاح میں تھیں] سے سمجھا ہے کہ یہ آیت بھی اول سورہ تحریم میں ہے اور اس میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی عورتوں سے بحث ہے، لہذا **الَّذِينَ كَفَرُوا** کا مصداق معاذ اللہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ازواجِ مطہرات کو اور ان کے فعل کو معبر بخیر سمجھا، ان کی مثال امراة نوح و لوط کے ساتھ دی۔ نعوذ باللہ من ذلک۔ حالانکہ سائل اگر اس قدر بھی خیال کرتا کہ یہ آیت آخر سورہ تحریم میں ہے اور **وَإِذَا سَرَّ النَّبِيُّ إِلَىٰ بَعْضِ أَزْوَاجِهِ** اول سورہ میں ہے، درمیان میں اور

امور سے بحث ہے تو اس کا ذہن اس سوال کی طرف نہ جانا اور ذی فہم پر تو یہ امر نوحی منسخت ہے کہ **ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا لِلَّذِينَ كَفَرُوا** سے قبل یہ آیت کریمہ ہے: **يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ وَأَنَا وَهُمْ جَسَدٌ مِّنْ جَسَدٍ وَالْمُنَافِقِينَ هُمْ أَلْسِنَةٌ حَسِيمَةٌ** [۹: ۱۰] [اے نبی! کفار اور منافقین سے جہاد کرو اور ان پر سختی کرو اور ان کی جگہ جہنم ہے اور وہ برا ٹھکانا ہے]

صریح **كَفَرُوا** صیغہ جمع مذکر غائب کا ہے اور **الَّذِينَ** اسم موصول جمع مذکر کے لیے ہے، اس سے وہی کفار اور منافقین مقصود ہیں، جن کا ذکر صدر آیت میں ہے۔ زبردستی عورتوں کی طرف وہ بھی عورتیں مومنہ وہ بھی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیبیوں کی طرف ضمیر پھیر دی جائے تو اس کا کیا علاج ہے؟ باقی رہی تمثیل امراة نوح اور امراة لوط کی اور شاید سائل کو اسی نے دھوکے میں ڈالا ہے تو قطع نظر اس کے کہ ممشل نہ مذکر ہے اور **الَّذِينَ كَفَرُوا** مذکر کے لیے ہے، اصل مقصود ظاہر کیا جاتا ہے۔

ظاہر یہ ہے کہ پہلے اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار اور منافقین سے جہاد کا حکم دیا، اور اس لیے کہ کفار اور منافقین میں اکثر عزیز و قریب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے تھے، لہذا اللہ تعالیٰ نے ان کے مقابلے میں امراة نوح اور لوط کی مثال بیان فرمائی کہ قرابت اور معیت نبی کی کافر و منافق کو مفید نہیں، جس طرح امراة نوح اور لوط کو نبی کی قرابت اور معیت بوجہ کفر کے مفید نہیں ہوئی، اس جگہ عورت کی مثال میں دو سنتے ہیں۔



اولاً یہ کہ مرد پر جس قدر بار کفالت زوجہ کا اور اس کو تعلق زوجہ کے ساتھ ہوتا ہے، اس قدر دوسرے قریب کے ساتھ نہیں ہوتا تو جب زوجہ کافرہ کی زوجیت نبی کے ساتھ کے باوجود بار کفالت و قوت تعلق کے کچھ مفید نہیں تو دوسری قرابت کا تعلق کافر کا نبی کے ساتھ کب مفید ہوگا؟ اس کے ساتھ جہاد اور اس کا قتل بر تقدیر کفر ہرگز محل تاہل نہیں۔

ثانیاً یہ معلوم ہوتا ہے کہ عورت ناقص العقل اور ناقص الضم ہوتی ہے، اس کی شان سے وقوع خطا اکثری ہے، لہذا عورت کی گرفت بمقابلہ مرد کے مناسب نہیں ہے، لیکن کفر و شرک وہ خطا فحش ہے کہ نبی کی بیبیاں جو اس میں مبتلا ہوئیں تو ان کو نبی کی زوجیت باوجود عورت اور ناقص العقل ہونے کے کچھ کام نہ آئی، دیکھو امراة نوح اور لوط کو، پھر جب عورتوں کا یہ حال ہے تو کفار اور منافقین جو رجال ہیں، تو ان کو نبی کی قرابت کب کام آ سکتی ہے، ان سے ضرور جہاد کرو، بلکہ **وَاعْلَظْ عَلَيْهِمْ وَمَا وَأَٰلِهِمْ مِّنْ حَمِيمٍ** اور جب اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لیے مثال دی کہ کافر کو نبی یا ولی کی قرابت کام نہیں آتی تو مومن کی قرابت کافر سے مومن کو مضر ہوگی یا نہیں؟ تو اس کا بتانا بھی مناسب مقام ہوا، لہذا اللہ تعالیٰ نے امراة نوح و لوط کے بعد امراة فرعون اور حضرت مریم علیہا السلام کی مثال مومنین کے لیے دی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا لِلَّذِينَ آمَنُوا امْرَأَاتٍ فَرَعَوْنَ! إِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِي عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَنَجِّنِي مِنَ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهِ وَنَجِّنِي مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ * وَمَرْيَمَ ابْنَتْ عِمْرَانَ الَّتِي أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيهِ مِن رُّوحِنَا وَصَدَّقَتْ بِكَلِمَاتِ رَبِّهَا وَكُتِبَ لَهَا مِنَّا الرِّحْمَانُ [التحریم: ۱۱، ۱۲]

[اور اللہ نے ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے فرعون کی بیوی کی مثال بیان کی، جب اس نے کہا: اے میرے رب! میرے لیے اپنے پاس جنت میں ایک گھر بنا اور مجھے فرعون اور اس کے عمل سے بچالے اور مجھے ظالم لوگوں سے نجات دے۔ اور عمران کی بیٹی مریم کی (مثال دی ہے) جس نے اپنی شرم گاہ کی حفاظت کی تو ہم نے اس میں اپنی ایک روح بھونک دی اور اس نے اپنے رب کی باتوں کی اور اس کی کتابوں کی تصدیق کی اور وہ اطاعت کرنے والوں میں سے تھی]

حاصل یہ کہ ایمان مضبوط ہونا چاہیے، اگر ایمان مضبوط ہے تو نجات ہے، جس طرح زن فرعون کہ عورت ہو کر کامل الایمان تھیں تو فرعون کی زوجیت و معیت اور اس کا ظلم ان کے ایمان اور عاقبت کے لیے کچھ بھی مضر نہ ہوا، اسی طرح جن لوگوں کا ایمان کامل ہے، اگرچہ ان کے عزیز و اقارب کافر ہوں، لیکن وہ ہرگز اپنے لیے قرابت مندوں کا لحاظ و خیال نہیں کرتے اور ان کی معیت سے پناہ اور نجات کی دعا کرتے ہیں۔ اس تمثیل سے چھٹی طرح واضح ہو گیا کہ جانہیں تمثیل میں بصورت تحقیق علاقہ زن و مرد ہونے کا اختلاف ہرگز مانع تمثیل نہیں۔

الحاصل دونوں آیتوں میں دونوں مثالیں اس غرض سے دی گئی ہیں کہ کافر اور منافق سے جہاد میں تعاضل و تکاسل بہر پاس قرابت نہ ہو اور دونوں مثالوں میں عورت ہی کی مثال دی گئی، تاکہ مردوں کو غیرت آئے کہ ایمان میں پاس قرابت کیسا؟ کافر باپ ہو اور خدا کی مقرر کی ہوئی شرائط پائی جائیں تو قتل کر دو، اللہ کے دشمن کو زمین پر حتی الامکان نہ چھوڑو اور حضرت مریم کی تمثیل سے اس سورہ مبارک میں ایک فائدہ عظیم یہ ہے کہ اول سورہ میں ازواج مطہرات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت چشم نمائی اور ان کی تعلیم ہوئی، جس طرح خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی تعلیم ہوئی:

بَيْنَمَا النَّبِيُّ لِمَ تَحْرِمُ مَا آتَىٰ اللَّهُكَ... [التحریم: ۱]

[اے نبی! تو کیوں حرام کرتا ہے جو اللہ نے تیرے لیے حلال کیا ہے؟]

تو اس قدر عتاب بھی منافقین کے لیے موجب مضحکہ اور طعن کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیبیوں کے ساتھ ہوا، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی خطا کو عفو کر کے بڑے بڑے مراتب اور مدارج عنایت فرمائے، کما سبق۔ تو اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم کی مثل کے ساتھ ازواج مطہرات نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام مومنین کو تسکین دی کہ اگر منافقین کچھ مضحکہ و طعن مقدس بیبیوں کی شان میں کر لیں تو صبر مناسب ہے، جس طرح حضرت مریم [کوان کی قوم نے معاذ اللہ زنا کی تمہمت دی، مگر انہوں نے صبر کیا اور صابرین و قانتین میں داخل ہوئیں اور کفار و منافقین کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے جہاد اور سختی کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سورہ میں حکم دیا۔ اگر مخالفت کو عقل اور تمیز ہو تو اب سے بھی سنبھل جائیں اور پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیبیوں کی شان پاک میں بیہودہ گوئی نہ کریں۔ سوال اول کا جواب تمام ہوا۔

سوال دوم :

صحیح مسلم (۳۹۴/۲) میں ہے :

"عن عائشة سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول : لا یدھب اللیل والنهار حتی تُعبد اللات [1] والعزی - فقلت : یا رسول اللہ ان کنتم لاظن حین أنزل اللہ هُوَ الَّذِیْ أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ اِلٰی قَوْمٍ وَّلَوْ کَرِهَ الْمُشْرِکُوْنَ اَنْ ذَکَّ تَامَ - قال : اِنَّهٗ سِیَکُوْنُ مِنْ ذَکَّ مَا شَاءَ اللّٰهُ ، ثُمَّ یَبْعَثُ اللّٰهُ رِجَالًا یُطِیْبُوْنَ فِتْنَتِیْ کُلِّ مَنْ فِیْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ مَنْ اٰیْمَانٍ فِیْهِمْ مِّنْ لَّا خَیْرِ فِیْهِمْ فِیْرِ جَعَوْنَ اِلٰی دِیْنِ اِلٰی اَبَا نَحْمٍ [2]"

"یعنی دنیا ختم نہ ہوگی، اے عائشہ! جب تک کہ تم لات و عزی کو نہ پوجو۔ کہا ام المومنین نے اے رسول اللہ! مجھے گمان تھا کہ جو مشرف بہ اسلام ہوا، رستگار ہے۔ فرمایا حضرت نے کہ عنقریب میرا گفتہ واقع ہوگا، یعنی جس کے قلب میں برابر دانہ خردل کے ایمان نہ ہو، اگرچہ بظاہر مومن ہو، بسپنے دین آباء کفار میں داخل ہوتا ہے۔"

یہ حدیث و ترجمہ اس کا مجمع البحرین سے نقل کی گئی ہے، فقط۔ اس سے صاف پایا جاتا ہے کہ عائشہ نے لات و عزی کی پرستش کی اور طرف دین کفار کے اپنے کو رجوع کیا۔ اگر یہ امر واقع نہ ہوا تو معاذ اللہ بظاہر خدا پر جھوٹ فرمانا لازم آتا ہے اور اگر بوجہ خبر کے صنم پرستی عائشہ سے صادر ہوئی تو ان کے کفر میں کیا شک ہے؟ فقط

جواب :

میں نہیں جانتا کہ صاحب مجمع البحرین کون شخص اور کس پایہ کا آدمی ہے اور اگر سائل کی نقل صحیح ہے اور جو عبارت ترجمہ کی سائل نے نقل کی ہے، وہ عبارت درحقیقت صاحب مجمع البحرین کی ہے تو صاحب مجمع البحرین محض ایک سادہ آدمی معلوم ہوتا ہے، اس کے ترجمہ کو حدیث سے کچھ تعلق نہیں اور ترجمہ کی صحت تو ایک طرف، صیغہ تک نہیں پہچانتا۔ شاید میدان بھی یاد نہیں ہے۔ حدیث کو صیغہ واحد مونث حاضر مضارع معروف اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو مخاطب اور ضمیر مخاطب کو فاعل سمجھا ہے، حالانکہ میدان پڑھنے والا طالب العلم بھی اس صیغہ کو ایسا نہ سمجھتا۔ صیغہ واحد مونث غائب مضارع مجہول کا پڑھتا اور صیغہ واحد مونث حاضر مضارع معروف سمجھنے والے کو ہنستا اور کہتا کہ اگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے خطاب ہوتا اور صیغہ واحد مونث حاضر مضارع معروف کا استعمال مقصود ہوتا تو "تعبدین" اور "ان" مقدرہ بعد "حتی" کے عمل سے نون اعرابی گر کے "تعبدی" پڑھا جاتا۔ اب صاحب مجمع البحرین کی غلطی کہاں تک بیان کریں؟ حدیث کا ترجمہ صحیح بیان کرہیتے ہیں، اس سے ناظرین غلطی سمجھ لیں گے اور سوال کا لغو ہونا جان جائیں گے۔

ترجمہ : حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ فرماتے تھے کہ رات

اور دن ختم نہ ہو جائے گا جب تک لات و عزی پوجی نہ جائے گی۔ میں نے عرض کیا : یا رسول اللہ! میں تو سمجھتی تھی کہ آیت کریمہ : **هُوَ الَّذِیْ أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ اِلٰی قَوْمٍ وَّلَوْ کَرِهَ الْمُشْرِکُوْنَ** جس وقت اتری، یہ امر پورا ہونے والا ہے (یعنی سوائے دین اسلام کے کوئی دوسرا دین نہیں رہے گا اور آخر تک اسلام ہی کو قیام و ثبات رہے گا) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : ایسا ہوگا، جب تک اللہ کو منظور ہے، پھر اللہ تعالیٰ ایک خوشبودار بھائی بھیجے گا، جس کی وجہ سے ہر مومن جس کے دل میں دانہ خردل برابر بھی ایمان ہوگا، مر جائے گا اور جس میں نہ ہوگا وہی لوگ باقی رہ جائیں گے اور وہ لوگ اپنے باپ دادا کے دین پر لوٹ جائیں گے (تو جس کے باپ دادا لات و عزی پوجنے والے تھے، وہ لات و عزی کو پوجنے لگیں گے اور پھر دنیا ختم ہو جائے گی اور قیامت آئے گی۔ فقط)

بہلا حدیث سے اور سوال سے کیا واسطہ ہے؟ اگر ہم حسب زعم باطل سائل فرض بھی کر لیں کہ وہ صیغہ واحد مونث حاضر مضارع معروف کا ہے تو اس وقت حدیث کا مطلب یہ ہو جائے گا کہ اے عائشہ! جب تک تم لات و عزی کو نہ پوجوگی، اس وقت تک دنیا ختم نہ ہوگی اور وہ زمانہ وہ وقت ہوگا کہ اس وقت سوا بت پرست مشرکین کے کوئی مومن زندہ نہ ہوگا تو معاذ اللہ اس سے تنہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی کا بت پرست ہونا لازم نہ آئے گا، بلکہ اکثر اہل بیت اطہار و ائمہ اہل بیت رحمہم اللہ کا بھی بت پرست ہونا لازم آجائے گا، کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا کوئی زمانہ کوئی دن کوئی آن تمام عمر نہ گزرا کہ اس وقت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم یا کوئی امام ائمہ اہل بیت اور رجال و نسائی اہل بیت میں سے نہ رہا ہو۔



سائل سے کمال تعجب ہے کہ مجمع البحرین کے ایک غلط ترجمے کے بھروسے پر سوال کر بیٹھا، یہ بھی نہ سوچا کہ اس حدیث کی راوی خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں، وہ کیونکہ ایسی حدیث کو دعویٰ موفیت کے ساتھ اعلان کرتیں۔ ضرور صاحب مجمع البحرین سے حدیث کے سمجھنے میں غلطی فاحش ہوئی ہے یا نقل ہی صحیح نہ ہو۔

سوال سوم:

بخاری (۱۶۰/۵) میں ہے: "قال النبي صلى الله عليه وسلم خطيباً فآشار نحو مسكن عائشة فقال: ههنا ثلاثاً من حيث يطلع قرن الشيطان"

"فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے طرف خانہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے تین بار کہ اس جگہ شاخ ایلیس کی ہے۔" یہ حدیث اور ترجمہ مجمع البحرین سے لکھا گیا ہے، اس حدیث سے صاف پایا جاتا ہے کہ اس گھر میں ضلالت بھری ہوئی تھی اور یہاں پر شاخ ایلیس سے کیا مراد ہے اور سخت تردد کا مقام ہے کہ جس گھر میں شاخ ایلیس ہو، وہاں پیوستہ پیوستہ گھر خدا کی اوقات بسر ہو، در بعد رحلت کے وہی خانہ عائشہ مدفن پیوستہ صلی اللہ علیہ وسلم ہو۔ فقط

جواب:

اس حدیث میں لفظ "فتنه" و "قام" کا سائل نے شاید غلطی سے نہیں لکھا، ورنہ لفظ حدیث کا یوں ہے:

"عن نافع عن عبد الله قال: قام رسول الله صلى الله عليه وسلم خطيباً فآشار نحو مسكن عائشة فقال: ههنا القنته ثلاثاً من حيث يطلع قرن الشيطان" [1]

[نافع رحمہ اللہ عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، انھوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر خطاب کیا اور عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر کی طرف تین بار اشارہ کر کے فرمایا: یہاں فتنہ ہوگا، جہاں سے شیطان کا سینگ (شاخ) نکلے گا]

اس حدیث میں قرن ایلیس سے وہی مراد ہے، جو سائل نے سمجھا ہے، یعنی ضلالت و فتنہ۔ باقی رہا حدیث کا مطلب تو اس حدیث میں ظاہر آئیں احتمال میں:

احتمال اول یہ ہے کہ طلوع ہونا قرن ایلیس کا حضرت عائشہ کے گھر سے مراد ہے۔

احتمال ثانی یہ ہے کہ قرن ایلیس سے معاذ اللہ صاحب خانہ، یعنی حضرت عائشہ کی ذات مراد ہے۔

احتمال ثالث یہ ہے کہ طلوع ہونا قرن ایلیس کا اس جانب سے مراد ہے، جس جانب حضرت عائشہ کا مسکن تھا اور وہ مشرق کی طرف تھا، یعنی مشرق کی جانب سے فتنہ لٹھے گا۔

احتمال اول تو صریح باطل ہے، جو سائل کے نزدیک بھی محل تردد ہے، چونکہ کفر از کعبہ بر خیزد بجا ماند مسلمانی، اور پھر باوجود اور احتمالات کے اس احتمال کو متعین کر کے ناحق تردد اور گمراہی میں کیوں پڑے؟

احتمال ثانی کے یقین پر باوجود احتمال ثالث کے کوئی دلیل نہیں، خصوصاً یہ احتمال احتمال اول سے بھی زیادہ تردد میں ڈالتا ہے اور مومن کی شان سے بہت بعید ہے کہ اس احتمال کو متعین کرے اور کیونکہ اس احتمال کو کوئی مومن متعین کر سکتا ہے کہ اس میں صریح اہانت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہوتی ہے۔

اگر یہ احتمال فی الواقع صحیح ہوتا تو بعد علم کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایسی زوجہ کی صحبت ایک آن کے لیے بھی گوارا نہ کرتے، چہ جائیکہ اور کثرت صحبت و محبت کی ہو اور تمام صحابہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ضلالت و فتنہ کا شعور ہو جانا، خصوصاً راوی اس حدیث کے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کبھی اکرام اور احترام حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نہ کرتے اور ان کے فضائل اور مناقب مشورہ کرتے، کیونکہ ان کے مناقب اور اس احتمال ثانی میں بہت بڑا تعارض اور تضاد ہے تو باوجود ان قباحتوں کے اور احتمال ثالث کے ہوتے ہوتے کسی مومن کا کام نہیں کہ احتمال ثانی کو متعین کر لے اور جب احتمال ثانی بھی کسی طرح متعین نہیں ہو سکتا تو لامحالہ احتمال ثالث متعین ہو اور اس حدیث کے رو سے کسی اعتراض یا

خندہ اور شبہ کرنے کی جگہ باقی نہ رہی اور قطع نظر اس بحث کے احتمال ثالث کا تعین دلیل سے ثابت ہے۔

اولاً یہ کہ "نحو مسکن عائشہ" لفظ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نہیں ہے، بلکہ یہ لفظ راوی کا، یعنی عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا ہے، جو کلمہ "ہنا" کی شرح میں مذکور ہوا ہے اور یہی عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے اس واقعہ کی دوسری روایت میں اس کلمہ "ہنا" کی شرح

میں یہ عبارت فرماتے ہیں: "آومی بیدہ نحو المشرق" [1] (کما رواہ مسلم) (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے) اپنے ہاتھ کے ساتھ مشرق کی طرف اشارہ کیا [خود بخاری نے کتاب الفتن میں انھیں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے اسی واقعہ میں یہ حدیث مرفوع روایت کی ہے: "عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما آتہ سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وهو مستقبل المشرق يقول: أَلَا إِنَّ الْفِتْنَةَ هُنَا مِنْ حَيْثُ يُطْلَعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ" [2] عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مشرق کی طرف منہ کر کے یہ کہتے ہوئے سنا: خبر دار! یہاں سے فتنہ لٹھے گا جہاں سے شیطان کا سینگ طلوع ہوگا]

مسکن عائشہ رضی اللہ عنہا کا اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یورب ہی طرف تھا، چنانچہ قسطلانی شرح بخاری میں لکھتے ہیں: "فأشار نحو مسکن عائشہ أي هنا فقال: هنا أي جانب المشرق" [3] پس (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے) مسکن عائشہ کی طرف، یعنی یہاں کہہ کر اشارہ کیا اور فرمایا: یہاں سے، یعنی جانب مشرق سے [اس تحقیق سے اور ان تینوں روایتوں کے ملانے سے "کالمشرف في نصف النهار" روشن ہو گیا کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا مقصود "ہنا" کی شرح میں جانب مشرق کی تعیین ہے، نہ کہ تعیین مسکن عائشہ بخصوص۔ کسی سے "نحو المشرق"، کسی سے "وهو مستقبل المشرق" فرمایا، کسی سے "نحو مسکن عائشہ" بھی سہی، کیونکہ مسکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما مشرق کی جانب تھا، غرض کہ الفاظ تین ہیں اور مقصود واحد، یعنی جانب مشرق سے فتنہ اور قرن ابلیس کا ظہور ہوگا۔

ثانیاً: ظہور فتنہ و قرن ابلیس جانب مشرق میں جس مقام سے ہوگا، دوسری حدیث مرفوع سے وہ مقام بھی متعین ہے، یعنی نجد جو مینے سے جانب مشرق ہے۔ بخاری نے کتاب الفتن میں انھیں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے:

عن نافع عن ابن عمر قال: ذكر النبي صلى الله عليه وسلم: ((اللهم بارك لنا في شامنا، اللهم بارك لنا في يمننا)) قالوا: يا رسول الله! وفي نجدنا؟ قال: ((اللهم بارك لنا في شامنا، اللهم بارك لنا في يمننا)) قالوا: يا رسول الله! وفي نجدنا؟ قال: ((اللهم بارك لنا في شامنا، اللهم بارك لنا في يمننا)) قالوا: يا رسول الله! وفي نجدنا؟ قال: ((اللهم بارك لنا في شامنا، اللهم بارك لنا في يمننا)) قالوا: يا رسول الله! وفي نجدنا؟ قال: ((اللهم بارك لنا في شامنا، اللهم بارك لنا في يمننا)) [4]

[نافع رحمہ اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں، انھوں نے بیان کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر فرمایا: اے اللہ! ہمارے شام میں برکت فرما۔ اے اللہ! ہمارے یمن میں برکت فرما۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! ہمارے نجد میں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ ہمارے شام میں برکت فرما۔ اے اللہ! ہمارے یمن میں برکت فرما۔ انھوں نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہمارے نجد میں؟ میرا خیال ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیسری مرتبہ فرمایا: وہاں زلزلے اور فتنے ہوں گے اور شیطان کا سینگ وہیں سے طلوع ہوگا]

شرح قسطلانی میں ہے: "نجد۔ بفتح النون وسكون الجيم۔ قال الخطابي: نجد من جهة المشرق، ومن كان بالمدينة كان نجد بادية العراق، ونواحيها، وهي شرق أهل المدينة" [1] "نجد" نون کی زبر اور جیم کی سکون کے ساتھ ہے۔ امام خطابی رحمہ اللہ نے فرمایا: نجد مشرق کی جانب ہے، جو شخص مینے میں ہو، اس کا نجد بادية عراق اور اس کے نواحی میں آتا ہے اور وہ اہل مدینہ کا مشرقی حصہ ہی بنتا ہے [اب بعد ان دلائل ساطعہ وبراہین قاطعہ کے احتمال ثالث اچھی طرح متعین ہو گیا ولا محذور فيه۔

سوال چہارم:

جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حفصہ رضی اللہ عنہا کو بعد افضاء راز کے طلاق دیا اور طلاق عائشہ بدست علی سپرد کیا، چنانچہ حضرت علی نے بعد جنگ جمل کے نبی عائشہ رضی اللہ عنہا کو طلاق دیا اور زوجیت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم خدا سے خارج کر دیا؟



جواب:

یہ محض غلط اور بے اصل بات ہے۔ اگر دعویٰ ہے تو کسی کتاب معتبر کی روایت صحیح سے، عام اس سے کہ وہ کتاب سنی کی ہو یا شیعہ کی، ثابت کیا جائے اور اس دعوے کا جھوٹا اور اس قول کا اتمام محض ہونا اس شخص پر ظاہر ہوگا، جس نے فریقین کی کتب معتبرہ اور روایات صحیحہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض الموت اور وفات کا واقعہ دیکھا ہوگا اور صحابہ کی روایات ازواج مطہرات خصوصاً حضرت عائشہ و حضرت حفصہ و ام سلمہ وغیرہن رضی اللہ عنہما سے دیکھی ہوگی اور اس سوال کے واضح سے سخت تعجب ہے کہ اس نے یہ خیال نہیں کیا کہ کہیں قرآن و حدیث سے یہ مسئلہ ثابت ہے کہ زوج کی موت کے بعد زوج مطلقہ ہو؟!

سوال پنجم:

تعجب اور افسوس کا مقام ہے کہ شیخین رحمہما اللہ کو پہلو سے مبارک میں جناب پھنمبر خدا کے عائشہ نے دفن ہونے دیا اور ان کے فرزند امام حسن کو اپنے جد امجد کے پہلو میں دفن ہونے سے باز رکھا، بلکہ لاش حسن علیہ السلام پر اس قدر تیر باران کیا کہ کئی تیران کی کفن میں چسپاں ہو گئے۔ اگر عائشہ کو دعویٰ ملک تھا تو اس کا ثبوت کافی ہونا چاہیے اور اگر ترکہ کا زعم تھا تو عباس عم رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہما کا بھی اس مکان میں ترکہ تھا۔

جواب:

بروے تعجب اور افسوس کا تو یہ مقام ہے کہ ناسخ دین و دنیا برباد اور خراب کرنے کو کیوں مقدس لوگوں پر تہمتیں وضع کی جاتی ہیں؟ کسی روایت صحیحہ قابل الاعتماد میں نہیں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو دفن ہونے نہ دیا اور اس قدر تیر باران کیا کہ کئی تیر کفن حضرت حسن رضی اللہ عنہ میں چسپاں ہو گئے۔ نعوذ باللہ من ہذہ التہمة! [2]

جہاں تک بات ہے وہ صرف مروان کا مفسدہ اور فتنہ ہے اور جب حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا اس تہمت سے بری ہیں تو پھر اس بحث کی ضرورت باقی نہیں رہی کہ اس مکان میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دعویٰ وراثت تھا یا دعویٰ ملک۔ نفس الامر تو یہ ہے کہ دعویٰ وراثت آپ کو تھا ہی نہیں، کیونکہ آپ خود حدیث حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں کہ آپ کے ترکہ کا کوئی وارث نہیں ہے، بلکہ صدقہ ہے۔ باقی آپ کی ملک ہونے میں شبہ نہیں۔ سوال سوم کی حدیث جس میں ”نحو مسکن عائشہ“ مروی ہے، اس میں ظاہر ہے اور اگر وہ مکان آپ کی ملک نہ تھا تو حضرت شیخین یا حضرت حسن رضی اللہ عنہ آپ سے اپنے دفن ہونے کی اجازت کیوں طلب کرتے؟ فقط بلعونہ تعالیٰ۔ پانچوں سوالوں کے جواب شافی تمام ہو گئے۔

حررہ: محمد رشید غازی پوری عفی عنہ

هذا ما عندي والله اعلم بالصواب

مجموعہ فتاویٰ عبداللہ غازی پوری

کتاب الصلاة، صفحہ: 76

محدث فتویٰ



[1] إرشاد الساري (١٨٩/١٩)

[2] اس کی تفصیل ”سیرت عائشہ رضی اللہ عنہا“ (ص: ١٣١-١٣٣) مصنفہ سید سلیمان ندوی میں دیکھنی چاہیے۔ (عبدالسمیع غفرلہ)

[1] صحیح مسلم، رقم الحدیث (٢٩٠٥)

[2] صحیح البخاری، رقم الحدیث (٦٦٨٠) صحیح مسلم، رقم الحدیث (٢٩٠٥)

[3] إرشاد الساري للقسطاني (١٩٨/٥)

[4] صحیح البخاری، رقم الحدیث (٦٦٨١)

[1] صحیح البخاری، رقم الحدیث (٢٩٣٤)

[1] اصل سوال میں ایسے ہی مرقوم ہے۔

[2] صحیح مسلم، رقم الحدیث (٢٩٠٤)